- صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی، رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔ [قسط ۲]
- عاشورے کے دن ”التوسعۃ علی العیال“ کی حدیث کی تحقیق۔

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

# فہرست مضامین



**نوٹ:**

حضرات! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں۔ اس لئے آنحضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کے بجائے ادارہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

## ہمارا نظریہ

ہمیں کسی سے عناد و دشمنی نہیں ہے، حدیث میں نماز کے سلسلے میں متعدد روایتیں آئی ہیں۔ ایک پر اگر غیر مقلدین عمل کرتے ہیں تو ان سے کیوں لڑا جائے، جب کہ وہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن جب وہ حنفیوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے قیاس پر عمل پیرا ہیں، تو اس وقت سوچو! کیسے خاموش رہا جائے اور یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ حدیث پر تم سے زیادہ عمل کرنے والے ہم ہیں اور تم سے زیادہ حدیث جاننے والے ہم ہیں۔ -محدث ابوالمآثر، حبیب الرحمٰن اعظمیؒ (م ۱۴۱۲ھ)

## بادل ناخواستہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور دوسرے باطل فرقے اپنی تعلیمات اپنے سننے والوں میں بیان کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں پر، اکثر غیر مناسب انداز میں اعتراض کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اہل حق علماء کو گمراہ اور کافر کہنے تک سے گریز نہیں کرتے، جس سے فتنہ برپا ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے اس فتنے کو بند باندھنے کیلئے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑتا ہے، ورنہ ملکی اور عالمی حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلاحیتں کہیں اور صرف ہوں۔

ادارہ: الاجماع فاؤنڈیشن

# صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی، رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔ [قسط ۲]

**از: مولانا نیاز احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ**

**اختصار و ترتیب و حاشیہ و اضافہ: مولانا نذیر الدین قاسمی**

ائمہ محدثین کی ایک جماعت نے حدیث ابن مسعودؓ پر جرح کی ہے، مگر وہ تمام جروحات، اصولِ حدیث اور اصول جرح و تعدیل کی روشنی میں غیر صحیح و مرجوح ہیں، یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین کی ہی ایک جماعت نے ترکِ رفع کی ابن مسعودؓ کی حدیث کی تصحیح و تحسین فرمائی ہے، ذیل میں جروحات مع جوابات ملاحظہ فرمائیں:

**امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱ھ) کی جرح کا جواب:**

زبیر علی زئی صاحب نے **نور العینین: ص ۱۳۰** پر نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت نہیں ہے۔

**الجواب:**

کتب حدیث میں ترک رفع یدین سے متعلقہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مختلف احادیث موجود ہیں مثلاً۔۔۔۔

ایک تو زیر بحث ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی عملی حدیث، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز، خود پڑھ کر بتا رہے ہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں:

**''قال قال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ''**

کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھی، اور شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا۔ (**دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۲۶: ص ۱**)

اس حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بذاتِ خود رفع یدین کے بغیر نماز پڑھی ہے، اور رفع یدین کے بغیر اپنی اس پڑھی ہوئی نماز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قرار دیا ہے، **اس حدیث کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فعلی حدیث کہا جاتا ہے اور**

ہمارا اصل استدلال اسی حدیث سے ہے۔

اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں ’’عن عبداللہ عن النبی ﷺ انہ کان یرفع یدیہ فی اوّل تکبیرۃ ثم لا یعود ‘‘ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (طحاوی: ج۱: ص ۱۶۲)

یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث ہے کہ اس حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ صراحتاً قولاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ترک رفع یدین بتا رہے ہیں۔

الغرض ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بعض احادیث فعلی ہیں اور بعض احادیث قولی ہیں، اور مذکورہ بالا ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱ھ) کی جرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث پر ہے نہ کہ فعلی پر، چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ

’’ قال عبداللہ بن المبارک : قد ثبت حدیث من یرفع یدیہ و ذکر حدیث الزھری عن سالم عن ابیہ ’’ولم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اوّل مرۃ ‘‘ حدثنا بذالک احمد بن عبدۃ الآملی ثنا وھب بن زمعۃ عن سفیان بن عبدالملک عن عبداللہ ابن المبارک ‘‘۔ (سنن الترمذی: تحت حدیث نمبر ۲۵۶)

امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ

أخبرنا أبو عبد الرحمن السلمي، وأبو بكر بن الحارث الفقيه قالا: أخبرنا علي بن عمر الحافظ قال: حدثنا أبو سعيد محمد بن عبد الله بن إبراهيم بن مشكان المروزي، قال: حدثنا عبد الله بن محمود قال: حدثنا عبد الكريم بن عبد الله، عن وهب بن زمعة، عن سفيان بن عبد الملك، عن عبد الله بن المبارك قال: لم يثبت عندي: حديث عبد الله بن مسعود أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: رفع يديه أول مرة، ثم لم يرفع، وقد ثبت عندي حديث من يرفع يديه عنه، إذا ركع وإذا رفع۔

ذكره عبيد الله العمري، ومالك، ومعمر، وسفيان، ومحمد بن أبي حفصة، عن الزهري، عن سالم، عن أبيه، عن النبي صلى الله عليه وسلم۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ج ۲: ص ۴۲۳)

ان دونوں عبارتوں پر غور فرمائیں!

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱ھ) نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس قولی حدیث پر جرح کی ہے، جس میں وہ نبی ﷺ کا عمل نقل کررہے ہیں، جب کہ ہمارا استدلال ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس فعلی حدیث سے ہے، جس میں ابن مسعودؓ خود، نبی ﷺ کا عمل کرکے بتارہے ہیں۔

چنانچہ حافظ انورشاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں کہ

روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ فی الباب حدیثان،احدھما من فعلہ کما اخرجہ ابو داود والنسائی و الترمذی وآخرون و ثانیھما مرفوعاً الی النبی ﷺ انہ لم یرفع الا فی اول مرۃ او نحو ذلک کما اخرجہ الطحاوی وغیرہ ولیس ھذا الا من جھۃ بعض الرواۃ نقلہ بالمعنی من الحدیث الاول لقول ابن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ۔

فالظاھر ان عبد اللہ بن المبارک انما انکر ما روی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ من فعل النبی ﷺ لا ما جاء من فعل ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۔(نیل الفرقدین:ص ۶۰-۶۱)

- محدث ظفر احمد عثمانیؒ (م ۱۳۹۴ھ) بھی فرماتے ہیں کہ

''وقد تکلم علی ھذا الحدیث بوجوہ: منھا: أن الترمذي روي بسندہ عن ابن المبارک, قال: لم یثبت عندی حدیث ابن مسعود أنہ علیہ السلام لم یرفع یدیہ إلا في أول مرۃ, والجواب عنہ: أما أولا: فبأن ھذا الحدیث روي عن ابن مسعود بوجھین, أحدھما من فعلہ کما رواہ الترمذي وأبو داود والنسائي وأبو بکر بن أبي شیبۃ وأحمد وأبو حنیفۃ: "أن عبد اللہ کان یرفع یدیہ في أول التکبیر, ثم لا یعود, ویؤثر ذلک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وفي لفظ بعضھم قال: "ألا أصلی بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی, فلم یرفع یدیہ إلا في أول مرۃ" وثانیھما: مرفوعا إلی النبي صلی اللہ علیہ وسلم أنہ لم یرفع یدیہ إلا في أول مرۃ, ونحو ذلک, کما أخرجہ الطحاوي وغیرہ. فلعل مراد ابن المبارک أن حدیث ابن مسعود لم یثبت مرفوعا بالوجہ الثاني, وأن الذي رفعہ رواہ بالمعنی, وأما إنکارہ مطلقا فبعید عن مثلہ''۔(اعلاء السنن: ج ۲:ص ۸۲۵-۸۲۶)

لہذا ابن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کی جرح کو ابن مسعودؓ کی قولی حدیث کے بجائے، ابن مسعودؓ کی فعلی حدیث پر فٹ

کرنا غیر صحیح ہوگا۔

**نوٹ:**

بعض لوگوں کا اصرار ہے کہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کی جرح، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فعلی روایت کے متعلق ہی ہے۔ **(نور العینین: ص ۱۳۰)**

**تبصرہ:**

تو جواب میں عرض ہے کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا جرح (کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے) غیر مفسر غیر مبین السبب ہے، چنانچہ اہل حدیث عالم، محمد گوندلوی صاحبؒ (م ۱۴۰۵ھ) لکھتے ہیں:

اگر جرح مفسر نہ ہوتو مقبول نہیں ہوتی، اس کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ۔۔۔۔ یہ حدیث ثابت نہیں ۔۔۔۔اوراس کی وجہ بیان نہ کرے۔۔۔الخ۔ **(خیر الکلام: ص ۴۴)**

محمد گوندلوی صاحبؒ کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ بغیر وجہ بیان کیے کسی محدث کا یہ کہنا کہ یہ حدیث ثابت نہیں غیر مفسر جرح ہے، نیز ائمہ محدثین وفقہاء نے صراحت فرما رکھی ہے کہ غیر مفسر غیر مبین السبب جرح قابل قبول نہیں ہوتی۔ **(تقریب مع التدریب ص ۲۶۹، الکفایہ ج ۱ ص ۳۳۸، رقم ۲۷۷، سندہ صحیح، مقدمہ ابن صلاح: ص ۶۱)**

اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جرح بھی غیر مفسر ہونے کی وجہ سے، مقبول نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین کی ایک جماعت نے ابن مبارکؒ کی اس جرح کا رد کیا ہے، چنانچہ

- حافظ تقی الدین، ابو الفتح ابن دقیق العید القشیریؒ (م ۷۰۲ھ) نے کہا:

**"وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارك لا يمنع من النظر فيه، وهو يدور على عاصم بن كليب، وقد وثقه ابن معين، كما قدمناه"**۔ (کتاب الامام بحوالہ نصب الرایۃ للزیلعی: ج ۱: ص ۳۹۵)

- حافظ ابو محمد الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) نے، ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) کی تائید کرتے ہوئے کہا:

**"والجواب: أما الأول: فقال الشيخ في الإمام: وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارك لا يمنع من النظر فيه، وهو يدور على عاصم بن كليب، وقد وثقه ابن معين، كما قدمناه، قال: وقول شيخنا أبي محمد المنذري، وقال غيره: لم يسمع عبد الرحمن من علقمة، فغير قادح أيضا۔۔۔"**۔ **(نصب الرایۃ للزیلعی: ج ۱: ص ۳۹۵)**

- حافظ انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) نے بھی، ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) کی تائید کی ہے۔ (**نیل الفرقدین:ص ۶۱-۶۲**)

- حافظ علاء الدین، علی بن عثمان المارديني الشهير بابن التركمانيؒ (م ۷۵۰ھ) نے کہا:

''والجواب عن الثلاثة ان عدم ثبوته عند ابن المبارك معارض ثبوته عند غيره فان ابن حزم صححه في المحلي وحسنه الترمذي وقال به بقول غير واحد من اهل العلم من الصحابة والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة وقال الطحاوي وهذا مما لا اختلاف عن ابن مسعود فيه وقال صاحب الامام ما ملخصه عدم ثبوته عند ابن المبارك لا يمنع من اعتبار حال رجاله ومداره على عاصم وسيأتي امره وعبد الرحمن بن الاسود تابعي اخرج له مسلم في مواضع من كتابه ووثقه ابن معين وعلقمة لا يسئل عنه لشهرته والاتفاق على الاحتجاج به وقول المنذرى وقال غيره لم يسمع عبد الرحمن من علقمة عجيب۔۔۔''۔ (**الجوہر النقی: ج ۲: ص ۷۷**)

- حافظ علاء الدین مغلطائی (م ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

''وعن الثاني أنّ عدم ثبوته عند ابن المبارك لا يمنع من اعتبار رجاله، والنظر في رأيه والحديث يدور على عاصم بن كليب، وهو ثقة عند بن حبان، وابن سعد، وأحمد بن صالح المصري، وابن شاهين ويحيى بن معين والفسوي وغيرهم''۔ (**شرح ابن ماجۃ لمغلطائی: ص ۱۴۶۷**)

- محدث بدر الدین العینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے کہا:

''عدم ثبوت الخبر عند ابن المبارك لا يمنع ثبوته عند غيره، فقد قال الترمذي: حديث ابن مسعود - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - حديث صحيح، وصححه ابن حزم في "المحلى" وهو يدور على عاصم بن كليب وقد وثقه ابن معين، وأخرج له مسلم، فلا يسأل عنه للاتفاق على الاحتجاج به۔۔''۔ (**البنایۃ شرح الہدایۃ: ج ۲: ص ۲۵۶، والفظ لہ، نخب الافکار: ج ۴: ص ۱۶۵**)

- امام کمال الدین، ابن الہمام السیواسیؒ (م ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ

''وما نقل عن ابن المبارك أنه قال: لم يثبت عندي حديث ابن مسعود فغير ضائر''۔ (**فتح القدیر: ج ۱: ص ۳۱۰**)،

- حافظ مرتضی الزبیدیؒ (م ۱۲۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ

''أن عدم ثبوته عند ابن المبارك معارض بثبوته عند غيره فإن ابن حزم صححه في المحلى وحسنه الترمذي''۔(تخریج احادیث احیاء علوم الدین: ج۱: ص۳۵۱)،

معلوم ہوا کہ ائمہ کے نزدیک، ابن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کی جرح غیر مفسر ہونے کی وجہ سے، مقبول نہیں ہے۔ واللہ اعلم

**ایک نکتہ:**

سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جرح منسوخ و مرجوع عنہ معلوم ہوتی ہے، کیونکہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ جرح ان کے قدیم شاگرد، من كبار أصحاب بن المبارك، سفیان بن عبدالملکؒ (قبل ۲۰۰ھ) نے نقل کی ہے۔ (سنن ترمذی: ج۱: ص۹۰، نیز دیکھئے تقریب: رقم ۲۴۴۸)،

یعنی ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جرح اوّل عمر میں کی تھی، مگر جب یہی حدیث صحیح سند کے ساتھ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو مل گئی، تو امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱ھ) نے خود یہ حدیث اپنے متاخر شاگرد، سوید بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۰ھ) کو پڑھائی و بیان کی ہے۔ (سنن النسائی: ج۱: ص۱۴۱، نیز دیکھئے تقریب: رقم ۲۶۹۹)

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اعتراض سے رجوع فرما لیا تھا۔ واللہ اعلم

**ایک اعتراض اور اس کا جواب:**

زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ:

مجھے الکاشف اور تہذیب التہذیب میں یہ حوالہ نہیں ملا کہ سفیان بن عبدالملک امام ابن المبارک کے قدیم السماع شاگرد تھے۔۔۔۔ الخ۔ (مقالات: ج۴: ص۲۷۰)

**الجواب:**

- سفیان بن عبدالملکؒ (م قبل ۲۰۰ھ) کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''ذكره ابن حبان فى الثقات وقال مات قبل المئتين وكذا ارخه ابو على محمد بن على بن حمزة المرزى وزاد كان متقدم السماع''۔(تہذیب التہذیب ج۲ ص۹۱۷، رقم ۵۷۸۲)

* حافظؒ (م ۸۵۲ھ) مزید لکھتے ہیں:

''سفیان بن عبدالملک المروزی من کبار اصحاب ابن المبارک ثقة من قدماء العاشرة مات قبل المئتین''۔ (تقریب: رقم ۲۴۴۸)

- حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۲ھ) مذکور سفیان کے بارے لکھتے ہیں:

''ذکرہ ابن حبان فی کتاب الثقات و قال هو و البخاری و ابو علی محمد بن علی بن حمزة المروزی مات قبل المئتین زاد ابو علی و کان متقدم السماع''۔ (تہذیب الکمال: ج ۱۱: ص ۱۷۴، رقم ۲۴۱۰)

- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

'' اصحاب ابن المبارک القدماء سفیان یعنی ابن عبدالملک۔۔۔الخ''۔ (سوالات ابی داؤد لاحمد بن حنبل: ج ۱: ص ۳۵۹، رقم ۵۶۲)

* حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) مذکور سفیان کے متعلق تو کہتے ہیں کہ'' من کبار اصحاب ابن المبارک ثقة من قدماء العاشرة'' جبکہ دوسری طرف سوید بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''ثقةمن العاشرة''۔ (تقریب ص ۲۹۵، رقم ۲۶۹۹)

نیز سفیان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۰ھ) سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، جبکہ سوید بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت تقریباً (۱۵۰ھ) میں اور وفات (۲۴۰ھ) میں ہے، بظاہر اس سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ سفیان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی شاگرد ہیں اور سوید بن نصر رحمۃ اللہ علیہ متاخر شاگرد ہیں۔ واللہ اعلم

## امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ) کی جرح کا جواب:

زبیر علی زئی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع فعلی حدیث کے مضعفین میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے، اور اس پر تین حوالے پیش کیے ہیں۔

(۱)۔۔۔کتاب الام ج ۷ ص ۲۰۱، باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ۔

(۲)۔۔۔۔السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۸۱۔

(۳)۔۔۔۔فتح الباری: ج ۲: ص ۲۲۰۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۳۱)

زبیر صاحب کے پیش کردہ حوالہ جات کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں:

**جواب:**

کتاب الام میں ہے کہ ''بعض المشرقيين وخالفوكم فقالوا: يرفع يديه حذو أذنيه في ابتداء الصلاة فقلت: هل رووا فيه شيئا؟ قال: نعم ما لا نثبت نحن ولا أنتم ولا أهل الحديث منهم مثله''۔ (ج ۷: ص ۲۱۲)

عبارت میں چونکہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع فعلی حدیث پر کوئی صریح جرح نہیں ہے، لہذا اس کو پیش کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

نیز اگر بطور اسرار مان لیا جائے، تو اس کا جواب دیا جا چکا کہ یہ جرح غیر مفسر ہے، کیونکہ جارح نے یہاں علت بیان نہیں کی، کہ کس وجہ سے یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ لہذا اس کو پیش کرنا ہی فضول ہے۔ واللہ اعلم

اور السنن الکبریٰ للبیہقی میں امام ابو بکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کہتے ہیں کہ

قال الزعفراني قال: الشافعي في القديم: ولا يثبت عن علي وابن مسعود، يعني ما رووه عنهما من أنهما كانا لا يرفعان أيديهما في شيء من الصلاة إلا في تكبيرة الافتتاح. قال الشافعي رحمه الله: وإنما رواه عاصم بن كليب، عن أبيه، عن علي فأخذ به وترك ما روى عاصم عن أبيه، عن وائل بن حجر أن النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه كما روى ابن عمر، ولو كان هذا ثابتا عن علي وعبد الله كان يشبه أن يكون رآهما مرة أغفلا فيه رفع اليدين ولو قال قائل: ذهب عنهما حفظ ذلك، عن النبي صلى الله عليه وسلم وحفظه ابن عمر، فكانت له الحجة۔ (ج ۲: ص ۱۱۵)،

غور فرمائیں! امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) علیؓ وابن مسعودؓ کی موقوف روایت پر کلام کر رہے ہے- اور وہ بھی جرح غیر مفسر-۔ نہ کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع فعلی حدیث پر، جیسا کہ سیاق و سباق دلالت کر رہا ہے۔ لہذا موضوع سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور فتح الباری میں حافظؒ (م ۸۵۲ھ) نے فرمایا: کہ

واحتجوا أيضا بحديث بن مسعود أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم يرفع يديه عند الافتتاح ثم لا يعود أخرجه أبو داود ورده الشافعي بأنه لم يثبت قال ولو ثبت لكان المثبت مقدما على النافي۔(فتح الباری: ج ۲: ص ۲۲۰)

یہاں فتح الباری میں بھی امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کی جرح غیر مفسر ہے۔

لہذا اس طرح کے کلام سے، ابن مسعودؓ کی مرفوع فعلی حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

## امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۱ھ) کی جرح کا جواب:

زبیر صاحب نے زیر بحث حدیث کے جارحین میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے، جزء رفع الیدین : ۳۲، مسائل احمد روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/ ۲۴۰، فقرہ ۳۲۶۔ (نور العینین ص ۱۳۱)

**الجواب:**

جزء رفع الیدین میں لکھا ہے کہ

ويروى عن سفيان , عن عاصم بن كليب , عن عبد الرحمن بن الأسود , عن علقمة قال: قال ابن مسعود: ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم: فصلى ولم يرفع يديه إلا مرة۔

وقال أحمد بن حنبل: عن يحيى بن آدم قال: نظرت في كتاب عبد الله بن إدريس عن عاصم بن كليب ليس فيه: ثم لم يعد۔

فهذا أصح لأن الكتاب أحفظ عند أهل العلم لأن الرجل ربما حدث بشيء ثم يرجع إلى الكتاب فيكون كما في الكتاب۔(رقم ۳۱)

اور مسائل احمد بروایت عبداللہ بن احمد میں ہے کہ

حدثنا قال قلت لابي حديث عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة قال قال ابن مسعود الا اصلي بكم كما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلى فلم يرفع يديه الا مرة

حدثنا قال حدثني ابي حدثنا ابو عبد الرحمن الضرير قال كان وكيع ربما قال يعني ثم لا يعود

قال ابي وكيع يقول هذا من قبل نفسه يعني ثم لا يعود۔

قال ابي وقال الأشجعي في هذا الحديث فرفع يديه اول شيء۔

قال ابي وحديث عاصم بن كليب رواه ابن ادريس فلم يقل ثم لا يعود۔

حدثنا قال حدثني ابي حدثنا يحيى بن ادم قال املي علي عبد الله بن ادريس عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود قال حدثنا علقمة عن عبد الله بن مسعود قال علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فكبر ورفع يديه وركع وطبق يديه فجعلها بين ركبتيه فبلغ سعدا فقال صدق اخي قد كنا نفعل ذلك ثم امرنا بهذا واخذ بركبتيه عاصم بن كليب هكذا۔

قال ابي لفظ غير لفظ وكيع وكيع كان رجل يحمل على نفسه في حفظ الحديث۔

یہ عبارات آپ کے سامنے ہیں اور جوابات ملاحظہ فرمائیں:

- الفقہ الاکبیر، الفقہ الابسط وغیرہ کتب کا انکار کرنے والے اہل حدیث حضرات، جزء رفع الیدین کو امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) کی کتاب، کیوں تسلیم کرتے ہیں؟؟ جب کہ اس کتاب کی سند میں موجود، محمود بن اسحاق الخزاعی کی توثیق، کسی امام نے نہیں کی۔

- جزء رفع الیدین میں موجود، عبارت ''فهذا أصح لأن الكتاب أحفظ عند أهل العلم ----'' کے جواب میں، حافظ انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں کہ

''فيجاب عنه بوجوه احدهما: ان ما رواه ابن ادريس فهو حديث آخر يدل اختلاف سياقها۔

وثانيها ان سفيان احفظ من ابن ادريس وقد قال الحافظ فى التقريب فى ترجمة سفيان: ثقة حافظ امام حجة، انتهى، فمع وثوقه وحفظه وامامته لا يضر مخالفة ابن ادريس له۔

وثالثها ان هذه زيادة والزيادة من الثقة الحافظ المتقن مقبولة عند الاكثر الخصوم''۔(نیل الفرقدین: ص ۶۵)

اور محدث ظفر احمد عثمانیؒ (م ۱۳۹۴ھ) کہتے ہیں کہ

أما قوله: إن الكتاب أحفظ عند أهل العلم فغير مسلم مطلقا، فإنه ربما يقع الوهم والغلط في الكتابة، ثم

يصححه ويصلحه العالم من حفظه، فلا يبعد إن كانت لفظة " لا يعود " سقطت من كتاب ابن إدريس لأجل زلة الكاتب، وحديث التطبيق لا يعارض هذا الحديث كما يدل على ذلك اختلاف سياقهما، فلا يترك أحد الحديثين بالآخر، وعلى تقدير اتحادهما أيضا لا يضر سفيان مخالفة ابن إدريس له، فإن زيادة الثقة مقبولة، وسفيان ثقة حافظ فقيه عابد إمام حجة، كما في التقريب وعبد الله بن إدريس إنما هو ثقة فقيه عابد، كما فيه أيضا. وليس بإمام ولا حجة عندهم،

والعجب من المحدثين حيث جعلوا سفيان أحفظ من شعبة في باب رفع الصوت بأمين، وتركوا بقوله رواية شعبة بلفظ: " خفض بها صوته " وهو أمير المؤمنين في الحديث، وتركوا أيضا قول سفيان بكتاب ابن إدريس، وهو أدنى منزلة من سفيان ۔(اعلاء السنن: ج ۲: ص ۸۲۸-۸۲۹)

نیز محدث عصرنا، ابوعبید حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ (م ۱۴۱۲ھ) نے لکھا ہے کہ

اسی طرح، محدثین کا یہ کہنا کہ ''ثم لا یعود'' کے لفظ کی زیادتی سفیان ثوری کا وہم ہے، کیونکہ عبد اللہ بن ادریس کی روایت میں یہ زیادتی نہیں ہے۔ نہایت تعجب خیز ہے، کیونکہ انہی سفیان ثوری کو آمین بالجہر کی روایت میں باور کرایا گیا تھا، کہ یہ احفظ الناس ہیں، اور ان کے مقابلہ میں احمد بن حنبل وغیرہ کے اس فیصلہ کے باجود، کہ ''وشعبۃ احسن حدیثاً من الثوری'' امیر المؤمنین فی الحدیث، امام شعبہ کا حفظ وضبط بھی پایۂ اعتبار سے ساقط بتایا گیا تھا، لیکن اب یہی سفیان ثوری مسئلہ رفع یدین میں وہم کا شکار بتائے جا رہے ہیں اور ان کی روایت پر عبد اللہ بن ادریس کی روایت کے مقابلہ میں جو ان کی طرح نہ تو حافظ ہیں، نہ امام و حجت، خطاء اور ضعیف کا حکم چسپاں کیا جا رہا ہے۔

اور یہ سب کچھ اس روایت کی بنیاد پر کیا جا رہا ہے، جس کا سفیان ثوری کی روایت سے فی الواقع کوئی اختلاف ہی نہیں، کیونکہ ابن ادریس کی روایت مسئلہ تطبیق سے متعلق ہے اور سفیان ثوری کی روایت تعلق، رفع یدین سے ہے۔

دونوں کا سیاق خود بتا رہا ہے کہ مختلف مسئلوں سے متعلق یہ دو مستقل حدیثیں ہیں، اس لئے سرے سے ان میں کوئی مخالفت ہی نہیں کہ ایک کو صواب اور دوسری کو خطا یا صحیح وضعیف ٹھہرایا جائے۔

اور ان بزرگوں کے احترام میں یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ دونوں ایک ہی حدیث ہیں، تو اصولی طور پر سفیان ثوری ہی کی روایت راجح ہوگی، کیونکہ سفیاں ثوری ثقہ، فقیہ عابد کے باوصف حافظ، امام اور حجت بھی ہیں، جبکہ ابن ادریس صرف، فقیہ

اور عابد ہیں اور حضرات محدثین کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ثقہ کے مقابلہ میں اوثق کی روایت راجح ہوتی ہے۔ (تحقیق مسئلہ رفع یدین: ص ۲۲-۲۳)

لہذا عبداللہ بن ادریس کی روایت کو، سفیان ثوریؒ کی روایت پر ترجیح دینا مرجوح ہے اور اصول کی روشنی میں راجح سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی ہی روایت ہے۔ واللہ اعلم

**ایک علمی نکتہ:**

جز رفع کی اس عبارت کے سلسلے میں، حافظ انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) نے ایک نکتہ یوں ذکر کیا ہے کہ

''ھذا الکتاب لعبد اللہ بن ادریس لا لعاصم بن کلیب فلم یک ھناک شئی من الاضطراب''۔ (نیل الفرقدین: ص ۷۰)

یعنی جب کتاب عبداللہ بن ادریس کی ہے، نہ کہ عاصم بن کلیب کی، تو تب تو یہاں [سفیانؒ سے] غلطی ہونے امکان ہی نہیں ہے۔ نیز سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ)، اعلی درجہ کے ثقہ اور حافظ بھی ہیں، کما مر۔

لہذا یہاں پر ''فهذا أصح لأن الكتاب أحفظ عند أهل العلم۔۔۔'' کا قول بھی کمزور ہے۔ واللہ اعلم

- مسائل احمد کی عبارت میں، امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) نے صرف ''لفظ ثم لا یعوذ'' پر اعتراض کیا ہے باقی تمام حدیث کو ''فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اوّل مرة'' اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ کے ساتھ صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

چنانچہ حافظ جمال الدین الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ

وقال ابن القطان في كتابه الوهم والإيهام: ذكر الترمذي عن ابن المبارك أنه قال: حديث وكيع لا يصح، والذي عندي أنه صحيح، وإنما النكر فيه على وكيع زيادة: ثم لا يعود، وقالوا: إنه كان يقولها من قبل نفسه، وتارة لم يقلها، وتارة أتبعها الحديث، كأنها من كلام ابن مسعود، وكذلك قال الدارقطني: إنه حديث صحيح، إلا هذه اللفظة، وكذلك قال أحمد بن حنبل وغيره۔ (نصب الرایۃ: ج ۱: ص ۳۹۵، نیز دیکھئے بیان الوھم: ج ۳: ص ۳۶۶)

ایک اور جگہ حافظ ابن القطان الفاسیؒ (م ۶۲۳ھ) کہتے ہیں کہ ''وذكر: فلم يرفع يديه إلا في أول مرة وضعفه، وهو عند طائفة صحيح''۔ (بیان الوھم: ج ۵: ص ۶۹۰)،

اور حافظ ابن القیم الجوزیہؒ (م ۷۵۱ھ) بھی فرماتے ہیں کہ

وهذا الحديث روي بأربعة ألفاظ:

أحدها قوله فرفع يديه في أول مرة ثم لم يعد

والثانية فلم يرفع يديه إلا مرة

والثالثة فرفع يديه في أول مرة لم يذكر سواها

والرابعة فرفع يديه مرة واحدة والإدراج ممكن في قوله ثم لم يعد وأما باقيها فإما أن يكون قد روي بالمعنى وإما أن يكون صحيحا۔ (تہذیب السنن لابن القیم: ج ۱: ص ۳۷۸-۳۷۹)

لہذا "فلم يرفع يديه إلا في أول مرة" کے الفاظ کے ساتھ، امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) وغیرہ محدثین کے نزدیک، یہ حدیث صحیح ہے اور اعتراض صرف "ثم لا یعود" کے الفاظ پر ہے، جس کے بغیر بھی ترک رفع ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

- نیز اس حدیثِ رفع میں "ثم لا یعود" کے الفاظ نقل کرنے میں امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷ھ) منفرد نہیں ہے، بلکہ ان کے متابع میں موجود، امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱ھ)، عبیداللہ بن عبیدالرحمٰن الاشجعیؒ (م ۱۸۲ھ)، ابوحذیفۃ، موسیٰ بن مسعود النہدیؒ (م بعد ۲۲۰ھ) وغیرہ نے بھی اس حدیثِ رفع میں "ثم لا یعود" کے الفاظ نقل کیا ہیں۔ (دیکھئے سنن النسائی ج ۱ ص ۱۸۵، حدیث نمبر ۱۰۲۶، الخلافیات للبیہقی: ج ۲: ص ۳۵۸)،

لہٰذا باصول محدثین، امام وکیعؒ (م ۱۹۷ھ) پر "ثم لا یعود" کے نقل کے تفرد کا الزام کمزور ہے۔

## امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۷ھ) کی جرح کا جواب:

زبیر علی زئی صاحب، زیر بحث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوع فعلی کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا" هذا خطأ يقال وهم الثوری فقد رواه جماعة عن عاصم وقالوا كلهم ان النبی ﷺ افتتح فرفع يديه ثم ركع فطبق وجعلها بين الركبتين ولم يقل احد ماروى الثوری"۔

یہ حدیث خطاء ہے، کہا جاتا ہے کہ (سفیان) ثوری کو اس (کے اختصار) میں وہم ہوا ہے، کیونکہ ایک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیب سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی، پس ہاتھ اٹھائے، پھر رکوع

کیا، اور تطبیق کی اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ کسی دوسرے نے ثوری والی بات بیان نہیں کی ہے۔(نور العینین : ص ۱۳۱)

**الجواب:**

امام ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲۷ھ) فرماتے ہیں:

**''وسالت ابی عن حدیث رواہ الثوری عن عاصم بن کلیب بن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ ان النبی ﷺ قام فکبر فرفع یدیہ ثم لم یعد قال ابی ھٰذا خطأیقال وھم فیہ الثوری۔۔۔الخ''۔(علل الحدیث: ج ۲: ص ۱۲۳-۱۲۴، رقم ۲۵۸)**

- کتاب العلل لابن ابی حاتم کی عبارت کے اس ابتدائی حصہ سے واضح ہو گیا کہ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا اعتراض سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ''قولی حدیث'' پر ہے، نہ کہ فعلی پر۔

آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۷ھ) نے جس روایت میں مروی لفظ **''ثم لم یعد''** کو وہم قرار دیا ہے، وہ روایت اور ہے اور جس روایت سے ہم نے استدلال کیا ہے وہ اور ہے۔

مگر زبیر صاحب نے العلل کی عبارت کے ابتدائی حصہ کو حذف کر کے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قولی (یعنی کسی اور) روایت پر موروداعتراض کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فعلی (یعنی ہماری مستدل) حدیث پر فٹ کر دیا ہے، (اللہ تعالی ان کی غلطی معاف فرمائے۔۔آمین)

- اگر بقول فریق مخالف تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مذکورہ بالا اعتراض، ابن مسعودؓ کی مرفوع فعلی حدیث پر ہے۔ تو جواب میں عرض ہے کہ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں **''یقال وھم فیہ الثوری''** کہ کہا جاتا ہے کہ اس حدیث میں ثم لم یعد کی زیادتی نقل کرنے میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو وہم ہوا ہے۔

غور فرمائیں! امام ابو حاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) نے صیغہ تمریض کے ساتھ کہا کہ **''وھم فیہ الثوری''**، کما مر۔ لہذا **''وھم فیہ الثوری''** کہنے والا [فاعل] کون ہے؟ اس کا کوئی پتہ نہیں۔

لہذا یہ جرح ہی کمزور ہے۔ واللہ اعلم

- پھر اگر فاعل کا تعین ہو بھی جائے تب بھی جرح کمزور ہی ہوگی، کیونکہ عاصم بن کلیب سے، یہ روایت نقل کرنے میں

سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کے متابع میں ابوبکر النہشلیؒ (م ۱۶۶ھ) اور خود عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۲ھ) ہیں۔
پھر ان کے متابع میں ثقہ، حافظ، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور محمد بن جابر الیمامیؒ (م بعد ۱۷۰ھ) موجود بھی ہیں،
نیز امام ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی ولادت [۹۷ھ] سے پہلے، [۹۶ھ] میں فوت ہونے والا، اعلم الناس بعبد اللہ و برایہ و بفتیاہ، و باصحاب عبد اللہ، ثقہ، حافظ، امام ابراہیم النخعیؒ نے ابن مسعودؓ سے یہی ترک رفع کی روایت بیان کی ہے۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۲۶: ص ۱۷-۳۵)

لہذا اس کے بعد بھی اس روایت کو ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کا وہم قرار دینا، غیر صحیح اور غلط ہوگا۔ واللہ اعلم

- ائمہ کی جروحات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ علل اس حدیث کی علت پر متفق نہیں ہیں، چنانچہ

* امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) کے نزدیک، ''ثم لا یعود'' کی زیادتی وکیع کی وجہ سے واقع ہوئی ہے، اور مگر امام وکیعؒ (م ۱۹۷ھ) کے متابعین موجود ہیں، جیسا کہ گزر چکا۔

* اور امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) نے وکیع کے بجائے، وکیع کے اصحاب سے ''ثم لا یعود'' کی زیادتی واقع ہونے کا امکان ظاہر کیا ہے، مگر یہ رائے بھی مرجوح ہے، جیسا کہ تفصیل آگے آ رہی ہے۔

* اگر فاعل کا تعین ہو جائے، تو ابوحاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) کی اس عبارت میں ہے کہ ''ثم لا یعود'' کی زیادتی کو ثوری کا وہم کہا گیا ہے، جب کہ سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) بھی، اس کو نقل کرنے منفرد نہیں ہے، کما مر۔

لہذا جب ائمہ علل ہی، اس حدیث کی علت پر متفق نہیں ہیں، تو ان کا یہ اختلاف، ان کے اعتراضات کو کمزور کر دیتا ہے اور جس کی وجہ سے، فیصلہ، اس حدیث کی صحت کا ہوگا، کیونکہ اس کے تمام روات ثقہ ہیں، جیسا کہ حافظ ابو محمد الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) نے کہا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

فالبخاري. و أبو حاتم جعلا الوهم فيه من سفيان. و ابن القطان، و غيره يجعلون الوهم فيه من وكيع، وهذا الاختلاف يؤدي إلى طرح القولين، و الرجوع إلى صحة الحديث لوروده عن الثقات۔ (نصب الرایہ: ج ۱: ص ۳۹۵-۳۹۶)

لہذا اس حدیث کی علت پر، ائمہ علل کا اختلاف ہونے کی وجہ سے، فیصلہ اس حدیث کی صحت کا ہوگا۔ واللہ اعلم

## امام ابوالحسن الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۵ھ) کی جرح کا جواب:

زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

الامام الدارقطنی نے اسے غیر محفوظ قرار دیا۔ (نور العینین: ص ۱۳۱)

**الجواب:**

- امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:

**''واسناده صحيح وفيه لفظة ليست بمحفوظة ذكرها ابو حذيفة فى حديثه عن الثورى وهى قوله ثم لم يعد''۔ (العلل الواردة: ج ۵ ص ۱۷۲ رقم ۸۰۴)**

اس واضح وصاف عبارت سے معلوم ہوا کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف اور صرف لفظ ثم لا یعود غیر محفوظ ہے، لیکن اس کے بغیر بھی احناف کا دعوی ثابت ہو جاتا ہے، کما مر۔

مگر زبیر صاحب نے صرف اور صرف امام موصوف کے ایک لفظ ''ثم لا یعود'' پر کی ہوئی جرح کو پوری حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر فٹ کر دیا ہے۔ حالانکہ امام موصوف تو حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو لفظ ثم لا یعود کے بغیر صحیح قرار دینے والوں میں سے ہیں۔ یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ''فصلى فلم يرفع يديه الا فى اوّل مرة'' اور اس کے بالمعنی الفاظ کے ساتھ، ان کے نزدیک صحیح ہے، جیسا کہ حافظ ابن قطان الفاسیؒ (م ۶۲۸ھ) اور حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) کے حوالے گزر چکے۔

اور حافظ ابوعبداللہ الزرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) نے بھی کہا: **''ونقل الاتفاق ليس بجيد فقد صححه ابن حزم والدارقطني وابن القطان وغيرهم وبوب عليه النسائي الرخصة في ترك ذلك''۔ (اللآلىء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة: ج ۲: ص ۱۸)**،

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے بھی اشارہ کیا ہے کہ **''وقد صححه بعض أهل الحديث لكنه استدل به على عدم الوجوب''۔ (فتح الباری: ج ۲: ص ۲۲۰)**

لہذا امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۸۵ھ) کے نزدیک، حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ **''فصلى فلم يرفع يديه الا فى اوّل مرة''** اور اس کے بالمعنی الفاظ صحیح ہیں۔ واللہ اعلم

**امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۵۴ھ) کی جرح کا جواب:**

غیر مقلد عالم، زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

حافظ ابن حبان نے کتاب الصلوٰۃ میں کہا ہے:

’’ هو فی الحقیقة اضعف شئی یعول علیه لان له عللاً تبطله ‘‘

یہ روایت حقیقت میں سب سے زیادہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی علتیں ہیں جو اسے باطل قرار دیتی ہیں۔ (التلخیص الحبیر: ج۱: ص ۲۲۲ ح ۳۲۸، البدر المنیر: ج ۳: ص ۴۹۴) [نور العینین: ص ۱۳۱]

**الجواب:**

- حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) کی یہ جرح، غیر مفسر غیر مبین السبب ہے، لہذا مقبول نہیں ہے۔

**ایک بات:**

زبیر علی زئی صاحب نے یہاں پر، بحوالہ التلخیص الحبیر اور البدر المنیر، حافظ ابن حبانؒ کی کتاب الصلوٰۃ - جو کہ فی الحال مفقود ہے - سے عبارت نقل کرتے ہوئے، دلیل پکڑی ہے۔ مگر موصوف کے خلاف میں جب امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کی توثیق میں نصب الرایہ سے، امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) کی کتاب غرائب مالک سے ایک حوالہ نقل کیا گیا، تو موصوف تبصرہ کرتے ہیں کہ

نصب الرایہ للزیلعی میں امام دارقطنی کی کتاب غرائب مالک سے ایک قول کانٹ چھانٹ کر نقل کیا گیا ہے جب تک اصل کتاب ’’غرائب مالک‘‘ یا اس سے منقول پوری عبارت نہ دیکھی جائے، اس متبور (آدھ کٹے) قول سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ (**الحدیث: ص ۱۸، ش نمبر ۷**)

* ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ

یہ حوالہ کئی وجہ سے مردود ہے۔۔۔۔ اصل کتاب غرائب مالک موجود نہیں ہے تاکہ زیلعی کے دعوے کی تصدیق کی جاسکے۔ (**الحدیث: ص ۲۷، ش نمبر ۵۵**)

اللہ تعالیٰ ان کی غلطی کو معاف فرمائے۔۔۔آمین۔

**امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷۵ھ) کی طرف منسوب جرح کا جواب:**

زبیر صاحب نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جارحین میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے اور امام موصوف سے اعتراض یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث مختصر ہے لمبی حدیث سے اور یہ اس لفظ پر صحیح نہیں۔ **(ملخصاً نور العینین ص ۱۳۱، ۱۳۲)**

**الجواب:**

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جرح کی حقیقت معلوم کرنے سے پہلے، یہ بات ذہن نشین کرلیں تا کہ اگلی بات سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

- امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابی داؤد کو کم وبیش تقریباً (۳۵) پینتیس مرتبہ اپنے شاگردوں کو املاء کروایا ہے ان میں امام موصوف کے بعض شاگرد قدیم ہیں اور بعض متاخر ہیں، امام موصوف سے درج ذیل ان کے شاگردوں نے سنن ابی داود روایت کی ہے۔

امام ابوالحسن علی بن حسن بن عبدالانصاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲۸ھ)۔

ابوعیسیٰ اسحاق بن موسیٰ بن سعید الرملی الوراق رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲۰ھ)۔

ابوالطیب احمد بن ابراہیم بن عبدالرحمن ابن الاشانی رحمۃ اللہ علیہ۔

ابوبکر احمد بن سلمان النجاد الفقیہ (م ۳۴۸ھ)۔

ابوسعید احمد بن محمد بن سعید بن زیاد ابن الاعرابی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۴۱ھ)۔

ابوبکر محمد بن بکر بن عبدالرزاق بن داسۃ التمار رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۴۶ھ)۔

ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو اللولوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۳ھ)۔

ان میں ابتدائی تین امام موصوف کے قدیم اور باقی آخری چار متاخر شاگرد ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو اللولویؒ (م ۳۳۳ھ) کو محرم ۲۷۵ھ میں سنن ابی داود املاء کروائی تھی، اور شوال ۲۷۵ھ میں ہی امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا گویا امام لولوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام موصوف سے ان کے وفات والے سال سنن کا سماع کیا ہے، (لہٰذا حافظ لولوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۳ھ) کا نسخہ متاخر وراجح ہے)۔

نیز امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی شاگردوں کے نسخوں میں عموماً اور نسخہ ابن عبدالانصاری رحمۃ اللہ علیہ میں خصوصاً امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا روایات پر کلام ملتا ہے، لیکن امام موصوف نے اپنے وفات والے سال جب سنن ابی داؤد اپنے متاخر شاگرد حافظ ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو اللولوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۳ھ) کو املاء کروائی تو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد روایات پر اپنی کی ہوئی جروحات سے رجوع کرتے ہوئے، انہیں حذف کروا دیا۔ (**دیکھئے حاشیہ سیر اعلام النبلاء از شعیب الارناؤوط: ج ۳ ص ۲۰۶، مقدمہ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد: ج ۱: ص ۵۸، سیر اعلام النبلاء: ج ۱۵ ص ۳۰۷، شرح سنن ابی داؤد للعینی رحمۃ اللہ علیہ: ج ۱: ص ۳۴، التقیید لابن نقطۃ رحمۃ اللہ علیہ: ج ۱: ص ۳۳، فتاویٰ حدیثیہ: ج ۱: ص ۴۰، ملئ العیبۃ ج ۵ ص ۲۴۱، النکت: ج ۱: ص ۳۴۲، تاریخ بغداد: ج ۹: ص ۵۹، حاشیہ سنن ابی داؤد: ج ۱: ص ۲**)

مذکورہ گذارش کے بعد عرض ہے کہ سنن ابی داؤد کے حافظ ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو اللولوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۳ھ) کے کسی بھی قابل اعتبار قدیمی نسخہ لولوی میں یہ جرح موجود نہیں ہے۔

لہذا اس جرح کو امام ابوداودؒ (م ۲۷۵ھ) کی طرف منسوب کرنا، مرجوح ہوگا۔ واللہ اعلم

**امام یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۳ھ) سے منسوب جرح کی حقیقت:**

زبیر صاحب نے امام یحییٰ بن آدم کو بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جارحین میں شمار کیا ہے۔ (**نور العینین: ص ۱۳۳**)

**الجواب:**

امام یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۳ھ) سے جرح کا کوئی ادنیٰ سا لفظ بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر منقول نہیں ہے۔ اگر امام موصوف سے جرح کا کوئی ادنیٰ سا لفظ بھی منقول ہوتا تو زبیر صاحب وہ لفظ ضرور درج کرتے۔ چنانچہ **التلخیص الحبیر** میں ہے کہ

''**وقال أحمد بن حنبل وشيخه يحيى بن آدم: هو ضعيف نقله البخاري عنهما وتابعهما على ذلك**''۔ (**ج ۱: ص ۵۴۶**)

جب کہ جزء رفع الیدین میں ہے کہ ''**وقال أحمد بن حنبل: عن يحيى بن آدم قال: نظرت في كتاب عبد الله**

بن إدريس عن عاصم بن كليب ليس فيه: ثم لم يعد, فهذا أصح لأن الكتاب أحفظ''۔(رقم ۳۱)

غور فرمائیں! یحیی بن آدمؒ(م ۲۰۳ھ) نے ابن مسعودؓ کی روایت پر کوئی جرح نہیں کی۔ بلکہ ابن ادریس کی کتاب میں عاصم بن کلیب سے مروی روایت میں ''ثم لم یعد'' کے الفاظ کے عدم وجود کی بات کی ہے۔

لہذا ان کو زیر بحث حدیث کے مضعفین میں شمار کرنا غلط ہے۔ واللہ اعلم

## امام ابو بکر البزار رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۹۲ھ) کی طرف منسوب جرح کی حقیقت:

زبیر صاحب کہتے ہیں کہ ابو بکر احمد بن عمرو البزار (م ۲۹۲ھ) نے اس حدیث پر جرح کی ہے۔(دیکھئے نور العینین ص: ۱۳۳)

**الجواب:**

امام ابو بکر البزارؒ (م ۲۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ

**حدثنا عبد الله بن سعيد, ومحمد بن العباس الضبعي, قالا: نا عبد الله بن إدريس, عن عاصم بن كليب, عن عبد الرحمن بن الأسود, عن علقمة, عن عبد الله أنه قال: ألا أريكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم »فكبر ورفع يديه حين افتتح الصلاة, فلما ركع طبق يديه وجعلهما بين فخذيه, فلما صلى قال: هكذا فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم, وهذا الحديث رواه عاصم بن كليب, وعاصم في حديثه اضطراب, ولا سيما في حديث الرفع ذكره عن عبد الرحمن بن الأسود, عن علقمة, عن عبد الله أنه رفع يديه في أول تكبيرة۔(مسند البزار: ج۵: ص۴۶)**

- غور فرمائیں! ابو بکر البزارؒ (م ۲۹۲ھ) نے یہاں پر ابن ادریس عن عاصم بن کلیب کے طریق پر جرح کی ہے، نہ کہ سفیان عن عاصم بن کلیب کے طریق پر۔

لہذا زبیر صاحب کا امام بزارؒ (م ۲۹۲ھ) کو ترکِ رفع کے مضعفین میں شمار کرنا مردود ہے۔

- اگر بطور اسرار مان لیا جائے، تو پھر جیسا کہ گزر چکا کہ ائمہ علل خود، اس حدیث کے علت پر متفق نہیں ہیں، کسی کی رائے میں یہ سفیان کی غلطی ہے، کسی کے نزدیک، وکیعؒ کا وہم ہے، دارقطنی کے یہاں وکیع کے اصحاب کا وہم ہے۔ اب امام

بزارؒ (م ۲۹۲ھ) کہتے ہیں کہ اس حدیث میں عاصم بن کلیب کا اضطراب ہے، جب کہ وہ تو صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(دیکھئے ص:)**

لہذا ان کو مضطرب کہنا محل نظر ہے۔ واللہ اعلم

نیز ان کے متابع میں ثقہ، حافظ حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ)، ثقہ، امام حصین بن عبد الرحمٰن السلمیؒ (م ۱۳۶ھ) اور ثقہ، حافظ مغیرۃ بن مقسمؒ (م ۱۳۶ھ) وغیرہ موجود ہیں۔ **(دیکھئے مجلہ الاجماع: ش ۲۶: ص ۱۷-۲۸)**

لہذا یہ اختلاف، اس حدیث کے معلل کہنے والوں کی رائے کو کمزور کر دیتا ہے۔

## امام محمد بن وضاح رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۸۹ھ) کی جرح کی حقیقت:

حافظ محمد بن وضاح (م ۲۸۹ھ) نے ترکِ رفع یدین کی تمام احادیث کو ضعیف کہا۔ **(دیکھئے نور العینین ص: ۱۳۳)**

**الجواب:**

حافظ ابن عبد البر الاندلسیؒ (م ۴۶۳ھ) کہتے ہیں کہ

**حدثنا أحمد بن محمد بن أحمد حدثنا أحمد بن سعيد حدثنا سعيد بن عثمان قال سمعت محمد بن وضاح يقول الأحاديث التي تروى عن النبي صلى الله عليه وسلم في رفع اليدين ثم لا يعود ضعيفة كلها۔ (التمهيد: ج ۹: ص ۲۲۱)**،

- اور یہ جرح غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں۔ **(دیکھئے ص: ۴)**
- پھر حافظ محمد بن وضاح (م ۲۸۹ھ) نے حضور ﷺ سے مروی مرفوع قولی حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ وہ تمام ضعیف ہیں، جب کہ یہاں استدلال مرفوع فعلی حدیث سے ہے، جس کی تفصیل گزر چکی۔

لہذا حافظ ابن وضاح (م ۲۸۹ھ) کی جرح سے ابن مسعودؓ کی مرفوع فعلی حدیث پر کوئی فرق نہیں پڑھتا، واللہ اعلم

## امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۵۶ھ) کی جرح کی حقیقت:

زبیر علی زئی صاحب نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جارحین میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شمار کیا ہے۔

اوراس پر تین حوالے پیش کیے ہیں۔(نورالعینین:ص ۱۳۳)

**الجواب:**

امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) کی جرح کے جواب کے تحت، امام بخاریؒ (م۲۵۶ھ) کی جرح کا بھی جواب بھی گزر چکا کہ اصل کتاب جزء رفع یدین کی سند کے بنیادی راوی محمود بن اسحاق الخزاعی کی اسلام کی چار صدیوں میں کسی ایک محدث نے بھی صراحتا توثیق نہیں کی۔(فیما اعلم)

- پھر ثقہ، حافظ، حجت، فقیہ، عابد کی زیادتی، ثقہ، فقیہ، عابد کے مقابلے میں مقدم ہوتی ہے، لہذا ان پر ثقہ، فقیہ، عابد کی کتاب کو ترجیح دینا مرجوح ہوگا، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔(دیکھئے ص: ۹ تا ۱۳)

**حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ (م۶۲۸ھ) کی جرح کی حقیقت:**

زبیر صاحب کہتے ہیں کہ ابن القطان الفاسی (م ۶۲۸ھ) سے زیلعی حنفی نے نقل کیا کہ انھوں نے اس زیادت (دوبارہ نہ کرنے) کو خطا قرار دیا۔[نصب الرایہ]

مجھے یہ کلام بیان الوہم ولا یہام میں نہیں ملا، تاہم اشارہ ضرور ملتا ہے۔(دیکھئے نورالعینین: ص ۱۳۳)

**الجواب:**

حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ (م۶۲۸ھ) کو حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جارحین میں ذکر کرنا سراسر غلط ہے۔ کیونکہ لفظ ثم لا یعود کے علاوہ فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ اوراس کے بالمعنی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ (م۶۲۸ھ) کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''فأما الحديث دونها فصحيح كما قال الدارقطني''۔(بیان الوہم والایہام: ج ۳: ص ۳۶۶)

ایک جگہ کہتے ہیں کہ

''والحديث عندی لعدالۃ رواته اقرب الى الصحة''۔

یہ حدیث عادل راویوں سے مروی ہونے کی وجہ سے میرے نزدیک صحیح ہے۔(بیان الوہم والایہام: ج ۳: ص ۳۶۷)

- ایک اور جگہ خود حافظ اشبیلیؒ (م ۵۸۱ھ) کے رد میں کہتے ہیں کہ ''وذكر: فلم يرفع يديه إلا في أول مرة وضعفه، وهو عند طائفة صحيح''۔(بيان الوهم: ج۵:ص۶۹۰)،

لہٰذا حافظ ابن القطان الفاسیؒ (م ۶۲۸ھ) کا یہاں نام لینا درست نہیں کیونکہ وہ تو اس حدیث کو صحیح کہنے والوں میں سے ہیں نہ کہ ضعیف کہنے والوں میں سے۔

## دیگر ائمہ کی جروحات کی حقیقت:

آگے زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ

عبد الحق الاشبیلی نے کہا: ''لا يصح''۔[الاحکام الوسطی]

ابن الملقن (م ۸۰۴ھ) نے اسے ضعیف کہا۔[البدر المنیر]

الحاکم (م ۴۰۵ھ)۔[الخلافیات بحوالہ البدر المنیر]

النووی (م ۶۷۰ھ) نے کہا: ''اتفقوا على تضعيفه''۔یعنی امام ترمذی کے علاوہ سب متقدمین کا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔[خلاصۃ الاحکام]

الدارمی (م ۲۸۰ھ) بحوالہ تہذیب السنن للحافظ ابن قیم الجوزیۃ۔[یہ حوالہ مجھے باسند صحیح نہیں ملا]

البیہقی (م ۴۵۸ھ) بحوالہ تہذیب السنن للحافظ ابن قیم الجوزیۃ وشرح المہذب للنووی۔[یہ حوالہ بھی مجھے باسند صحیح نہیں ملا]

محمد بن نصر المروزی (م ۲۹۴) بحوالہ نصب الرایہ والاحکام الوسطی لعبد الحق الاشبیلی۔

ابن قدامہ المقدسی (م ۶۲۰) نے کہا: ''ضعیف''۔[المغنی]

قرطبی نے بھی حدیث ابن مسعود وحدیث براء کو غیر صحیح کہا۔[المفہم]،(نور العینین: ص ۱۳۳-۱۳۴)

## الجواب:

- حافظ عبد الحق الاشبیلیؒ (م ۵۸۱ھ) کہتے ہیں کہ ''وقال أبو داود عن علقمة قال: قال عبد الله: ألا أصلي بكم صلاة رسول الله - صلى الله عليه وسلم -، قال: فصلى فلم يرفع يديه إلا مرة۔ وقال الترمذي: إلا في أول مرة۔

وهذا أيضًا لا يصح، وقد ذكر علته وبينها أبو عبد الله المروزي في كتاب رفع اليدين ''۔(الاحکام الوسطی: ج ۱: ص ۳۶۷)

یعنی حافظ عبدالحق الاشبیلیؒ (م ۵۸۱ھ) کی جرح کی بنیاد، حافظ ابوعبداللہ المروزیؒ (م ۲۹۴ھ) کی بیان کردہ علت پر ہے اور حافظ ابوعبداللہ المروزیؒ (م ۲۹۴ھ) کا اعتراض صرف ''ثم لا یعود'' کے الفاظ پر ہے، چنانچہ حافظ ابن القطان الفاسیؒ (م ۶۲۸ھ)، ان کے رد میں کہتے ہیں کہ

وأبو عبد الله المروزي، الذي توهم أبو محمد: عبد الحق أنه ضعف الحديث المذكور، إنما اعتنى بتضعيف هذه اللفظة، وكذلك أحمد بن حنبل وغيره۔(بیان الوہم: ج ۳: ص ۳۶۵-۳۶۶)

ایک اور جگہ، ان کے رد میں کہتے ہیں کہ ''وذكر: فلم يرفع يديه إلا في أول مرة وضعفه، وهو عند طائفة صحيح''۔(بيان الوهم: ج ۵: ص ۶۹۰)،

لہذا حافظ ابوعبداللہ المروزیؒ (م ۲۹۴ھ) کا اعتراض صرف ''ثم لا یعود'' کے الفاظ پر ہے، اور احناف کا دعوی ''ثم لا یعود'' کے الفاظ کے بغیر بھی ثابت ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

الغرض حافظ عبدالحق الاشبیلیؒ (م ۵۸۱ھ) کی جرح، غیر صحیح اور کمزور ہے۔ واللہ اعلم

- حافظ ابن الملقن (م ۸۰۴ھ)، حافظ ابن قدامہؒ (م ۶۲۰ھ) اور امام ابوالعباس القرطبیؒ (م ۶۵۶ھ) کی جروحات غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں۔ (دیکھئے ص: ۴)
- صاحب المستدرک، امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کہتے ہیں کہ

''إن حديث الثوري عن عاصم بن كليب مختصر من أصله، وعاصم بن كليب لم يخرج حديثه في الصحيح؛ وذلك أنه كان يختصر الأخبار يؤديها على المعنى، وهذه اللفظة: "لم يعد" غير محفوظة في الخبر''۔(الخلافیات: ج ۲: ص ۳۶۰)

تفصیل گزر چکی کہ ثقہ، حافظ، حجت، فقیہ، عابد کی زیادتی مقبول ہوتی ہیں اور عاصم بن کلیبؒ (م قبل ۱۴۰ھ) صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ ہیں، لہذا بخاری کے راوی، نہ ہونے کی وجہ سے، ان کی روایت کی صحت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

اور پھر احناف کا دعوی ''ثم لا یعود'' کے الفاظ کے بغیر بھی ثابت ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

لہذا امام الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کی جرح بھی کمزور ہے۔ واللہ اعلم

- امام محی الدین النوویؒ (م ۶۷۶ھ) کا یہ کہنا کہ محدثین نے اس حدیث کو متفقہ طور پر ضعیف قرار دیا ہے، محل نظر ہے، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابوعبداللہ الزرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) نے کہا: ''ونقل الاتفاق ليس بجيد فقد صححه ابن حزم والدارقطني وابن القطان وغيرهم وبوب عليه النسائي الرخصة في ترك ذلك''۔ (اللآلیء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة: ج ۲: ص ۱۸)،

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ ''وقد صححه بعض أهل الحديث لكنه استدل به على عدم الوجوب''۔ (فتح الباری: ج ۲: ص ۲۲۰)

نیز محدثین کی ایک جماعت نے حدیثِ ابن مسعود کی تصحیح و تحسین کی ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش ۲۶: ص ۳۰**۔

لہذا امام محی الدین النوویؒ (م ۶۷۶ھ) کی رائے مرجوح ہے۔ واللہ اعلم

- حافظ ابوعبداللہ المروزیؒ (م ۲۹۴ھ) کی جرح کا جواب بھی گزر چکا کہ ان کا اعتراض صرف ''**ثم لا يعود**'' کے الفاظ پر ہے جس کے بغیر بھی احناف کا دعویٰ ثابت ہے، والحمد للہ۔

## ایک عبارت اور اس کا جواب:

ائمہ کے نام ذکر کرنے کے بعد، زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ

یہ سب امتِ مسلمہ کے مشہور علماء تھے۔ ان کا **اس روایت کو متفقہ طور** پر ضعیف و معلول قرار دینا، [۱] ترمذی و ابن

---

(۱) قارئین! جیسا کہ تفصیل گزر چکی کہ جن علماء کے نام زبیر علی زئی صاحب لکھے ہیں، ان میں اکثر کا اعتراض تو صرف الفاظ ''ثم لا يعود'' پر ہے، جن سے احناف کا استدلال ہی نہیں ہے اور بعض نے مثلاً ابن القطان الفاسی، دارقطنی، احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہم وغیرہ نے ''ثم لا يعود'' کے علاوہ، باقی حدیث کے الفاظ، مثلاً ''الا فی اول مرة'' وغیرہ، کو صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ ابن القیم، الزرکشی، الفاسی، الزیلعی اور حافظؒ کے حوالے گزر چکے۔

لہذا ابن مسعودؓ کی فعلی روایت کو متفقہ طور پر ضعیف و معلول کہنے والی بات صحیح نہیں ہے۔

حزم کی تصحیح پر مقدم ہے،[۱]، لہذا یہ حدیث بلا شک وشبہ ضعیف ہے۔

علل حدیث کے ماہر علماء، اگر ثقہ راویوں کی روایت کو ضعیف کہیں، تو ان کی تحقیق کو تسلیم کیا جائے گا، کیوں کہ وہ اس فن کے ماہر ہیں اور فنِ حدیث میں ان کی تحقیق حجت ہے۔[۲]

---

(۱) ترمذی اور ابن حزم کے علاوہ، ائمہ محدثین کی ''ایک جماعت'' نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(دیکھئے ص:۲۵)،

(۲) ان کا قول حجت اس وقت ہوگا، جب ان کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو۔ مگر جب علل حدیث کے ماہر علماء کے اقوال کے خلاف، دلیل مل جائے، تو ان کی بات مرجوح ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن عبد الہادیؒ (م ۷۴۲ھ) ''ابن ابی حاتم الرزی کی کتاب العلل'' پر تعلیقات تحریر کئے، جس میں کئی احادیث کو دلیل کی بنیاد پر صحیح اور علت سے پاک ثابت کیا ہے۔

لہذا دلیل کی بنیاد پر، علل حدیث کے ماہر علماء کے اقوال بھی مرجوح ثابت ہو سکتے ہیں۔

ہاں اگر کسی کو علل حدیث کے ماہر علماء کی تقلید ہی کرنی ہے، تو اور بات ہے!!!

# عاشورے کے دن ''التوسعۃ علی العیال'' کی حدیث کی تحقیق۔

## مولانا نذیر الدین قاسمی

دس محرم کے دن ''التوسعۃ علی الاھل و العیال'' کا مضمون کئی احادیث میں وارد ہوا ہے۔مگر ہر حدیث میں کچھ نہ کچھ کلام ہے،لیکن ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے تصریح فرمائی ہے کہ شواہد کی وجہ سے،یہ حدیث مجموعہ طور پر قوی ومقبول ہے،چنانچہ تفصیل درج ذیل ہیں:

**حدیث نمبر ''۱'':**

مشہور حافظ الحدیث،امام عبد الملک بن محمد بن عبد اللہ بن بشران،ابو القاسم البغدادیؒ (م ۴۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ

أخبرنا أبو محمد: دعلج بن أحمد بن دعلج السجزي، ثنا ابن شيرويه، ثنا إسحاق، أبنا عبد الله بن نافع، ثنا أيوب بن سليمان بن مفلح، أنه حدثه الثقة، عن أبي سعيد الخدري، عن رسول الله، صلى الله عليه وسلم، قال: من وسع على أهله يوم عاشوراء؛ وسع الله عليه السنة كلها۔ (امالی ابن بشران-الجزء الثاني-:ص ۳۱۳، حدیث نمبر ۱۵۸۴)

**سند کی تحقیق:**

(۱) امام عبد الملک بن محمد بن عبد اللہ بن بشران،ابو القاسم البغدادیؒ (م ۴۳۰ھ) مشہور ثقہ،ثبت،حافظ الحدیث ہیں۔ (السلسبيل النقي في تراجم شيوخ البيهقي:ص ۴۴۹)

(۲) ابو محمد،دعلج بن احمد السجزیؒ (م ۳۵۱ھ) بھی ثقہ،ثبت،فقیہ ہیں۔(الدليل المغني لشيوخ الإمام أبي الحسن الدارقطني:ص ۲۰۳)

(۳) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن شیرویہ بن اسد القرشیؒ (م ۳۰۵ھ) بھی ثقہ،حافظ ہیں۔(تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۸۹،سیر: ج ۱۴: ص ۱۶۶،تذکرۃ الحفاظ: ج ۲: ص ۱۹۸)

(۴) اسحاق بن ابراہیم،المعروف بابن راھویہ المروزیؒ (م ۲۳۸ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ،حافظ،مجتہد ہیں۔

(تقریب: رقم ۳۳۳۲)

(۵) عبداللہ بن نافع الصائغؒ (م ۲۰۶ھ) صحیح مسلم وسنن اربع کے راوی اور صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب: رقم ۳۶۵۹)

(۶) ایوب بن سلیمان بن میناء کو حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) اور حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے اپنی اپنی ''الثقات'' میں شمار کیا ہے۔ (کتاب الثقات لابن حبان: ج ۶: ص ۶۱، کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۴۷۸)

اور ان سے عبداللہ بن نافع الصائغؒ (م ۲۰۶ھ)، خلاد بن یزید الارقطؒ (م ۲۲۰ھ) اور عمر بن ہانی العمری، وغیرہ نے روایت لی ہے۔ (المتفق والمفترق: ج ۱: ص ۴۵۱، رقم الترجمۃ: ۲۰۳، اکمال تہذیب الکمال: ج ۲: ص ۳۳۳، مخطوطة التوسعة على العيال للعراقي -وهو في- الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة: رقم ۱۲۵ ، فولیونمبر ۶)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) بھی ان کو صدوق مانتے ہیں، جیسا کہ ان کا قول ''ولولا الرجل المبهم لكان إسناده جيدا، لكنه يقوى بالذي قبله'' اس پر دال ہے، واللہ اعلم۔ (الامالی المطلقۃ: ص ۲۸)

لہذا وہ صدوق ہیں۔

(۷) ایک ثقہ راوی ہے، جس کا تعین نہیں ہوسکا۔

(۸) ابوسعید الخدری، سعد بن مالک بن سنان الانصاریؓ (م ۷۴ھ) مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۲۵۳)

**حکم:**

اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں سوائے ابوسعید الخدریؓ کے شاگرد کے اور ایوب بن سلیمان بن میناء کے بقول، وہ بھی ثقہ ہیں، مگر ان کا تعین نہیں ہوسکا۔ مگر یہاں ان کا تعین نہ ہونا مضر نہیں، کیونکہ ان کے متابع میں ثقہ راوی موجود ہیں، چنانچہ حافظ ابوسعید، ابن الاعرابی البصریؒ (م ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ

نا محمد بن صالح، نا محمد بن إسماعيل الجعفري، نا عبد الله بن سلمة الجهني، عن ابن أبي صعصعة عن أبيه عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وسع على عياله يوم عاشوراء أوسع الله عليه سنته۔ (کتاب المعجم لابن الاعرابی: ج ۱: ص ۱۴۰، حدیث نمبر ۲۲۴)

**سند کی تحقیق:**

(۱) حافظ ابوسعید، ابن الاعرابی البصریؒ (م ۳۴۰ھ) مشہور ثقہ، حافظ ہیں۔(**ارشاد القاصی والدانی الی تراجم شیوخ الطبرانی: ص ۱۵۹**)

(۲) محمد بن صالح بن عبدالرحمٰن البغدادی، ابوبکر الانماطی **المعروف بکیلجةؒ** (م ۲۷۱ھ) سنن نسائی کے راوی اور ثقہ، حافظ ہیں۔(**تقریب: رقم ۵۹۶۲**)

(۳) محمد بن اسماعیل الجعفری پر کلام ہے، مگر ان کو حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) اور حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے اپنی اپنی ''الثقات'' میں شمار کیا ہے اور حافظ ابوزرعة الرازیؒ (م ۲۶۴ھ) نے ان سے روایت لی ہے۔(**کتاب الثقات لابن حبان: ج ۹: ص ۸۸، کتاب الثقات للقاسم: ج ۸: ص ۱۸۵، نیز دیکھئے لسان المیزان: ج ۶: ص ۵۶۸**)

(۴) عبداللہ بن سلمة الربعیؒ منکر الحدیث ہے۔(**لسان المیزان: ج ۴: ص ۴۸۹**)۔

(۵) محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعة الانصاریؒ (م ۱۳۹ھ) صحیح بخاری، سنن نسائی وسنن ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔(**تقریب: رقم ۶۰۳۰**)

(۶) عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعة المازنی الانصاریؒ صحیح بخاری وغیرہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔(**تقریب: رقم ۳۴۳۱**)

(۷) ابوسعید الخذری، سعد بن مالک بن سنان الانصاریؓ (م ۷۴ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔(**تقریب**)

**حکم:**

اس سند میں عبداللہ بن سلمة الربعیؒ پر کلام ہے، باقی تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں اور ماقبل روایت کے مبہم راوی کے متابع میں ثقہ راوی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعة المازنی الانصاریؒ موجود ہیں۔

لہذا حضرت ابوسعید الخذریؓ کی حدیث کے یہ دونوں طریق، ایک دوسرے کی وجہ سے، حسن لغیرہ درجہ ہونگے۔

واللہ اعلم

**حدیث نمبر ''۲'':**

حافظ ابواحمد، ابن عدی الجرجانیؒ (م ۳۶۵ھ) نے کہا:

حدثنا الحسن بن علي الأهوازي، حدثنا معمر بن سهل، حدثنا حجاج بن نصير، حدثنا محمد بن ذكوان عن يعلى بن حكيم عن سليمان بن أبي عبد الله، عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الله عليه وسلم قال: من أوسع على عياله وأهله يوم عاشوراء أوسع الله عليه سائر سنته۔ (الکامل لابن عدی: ج ۷: ص ۱۷ ۴، نیز دیکھئے الضعفاء الکبیر للعقیلی: ج ۴: ص ۶۵، تاریخ اصبهان: ج ۱: ص ۲۳۹)

**سند کی تحقیق:**

(۱) حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) مشہور ثقہ، حافظ، امام الجرح والتعدیل ہیں۔ (تاریخ الاسلام)

(۲) الحسن بن علی الاہوازیؒ بھی ثقہ یا کم از کم صدوق ہیں۔ (الکامل لابن عدی: ج ۱: ص ۷۹)، نیز حافظ زین الدین العراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (مخطوطۃ التوسعۃ علی العیال للعراقی: فولیو نمبر ۵)

(۳) معمر بن سہل الاہوازی متقن، شیخ ہیں۔ (کتاب الثقات لابن حبان: ج ۹: ص ۱۹۶)

(۴) حجاج بن نصیر، ابو محمد البصریؒ (م ۲۱۴ھ) سنن الترمذی کے راوی اور ضعیف ہے، (تقریب: رقم ۱۱۳۹)، مگر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے لکھا کہ:

وقال يعقوب بن شيبة: سألت يحيى بن معين عنه، فقال: كان شيخا صدوقا، ولكنهم أخذوا عليه أشياء في حديث شعبة، كان لا بأس به۔ قال يعقوب: يعني أنه أخطأ في أحاديث من أحاديث شعبة۔

وذكره أبو حاتم بن حبان في كتاب "الثقات"، وقال: يخطىء ويهم.

وقال أبو أحمد بن عدى: ولحجاج بن نصير أحاديث، وروايات، عن شيوخه، ولا أعلم له شيئا منكرا غير ما ذكرت، وهو في غير ما ذكرته صالح۔

وقال العجلي: كان معروفا بالحديث، ولكنه أفسده أهل الحديث بالتلقين، كان يلقن، وأدخل في حديثه ما ليس منه، فترك۔

وقال ابن قانع: ضعيف لين الحديث۔ (تہذیب التہذیب: ج ۲: ص ۲۰۸)

وقال الآجري: قيل لأبي داود: يُكتب حديث حجاج بن نصير؟ فقال: أبو موسى قد كان يحدث عنه، وقد ترك الناس حديثه. (آجري) 4/ق10۔

و قال يعقوب بن سفيان: فيه لين، كان شيخًا مغفلًا سليمًا، و كان ابن ابنه الأزهر أدخل عليه أحاديث. (المعرفة 2/114).

حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کہا: ''لم يأت بمتن منكر''۔ (میزان الاعتدال: ج ۱: ص ۴۶۵)

* ایک اور جگہ کہا: ''ضعيف و بعضهم تركه''۔ (المغنی فی الضعفاء: ج ۱: ص ۱۵۱)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) بھی کہتے ہیں کہ ''لا يحتج بما تفرد به۔۔۔۔۔''۔ (تحفة اللبيب بمن تكلم فيهم الحافظ ابن حجر من الرواة في غير التقريب: ج ۱: ص ۳۳۸)

ان اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حجاج بن نصیرؒ (م ۲۱۴ھ) کم از کم متابع کی صورت میں قابل ذکر ہیں۔ واللہ اعلم

(۵) محمد بن ذکوان البصری الجهضمیؒ بھی ضعیف ہے، (تقریب: رقم ۵۸۷۱)، مگر وہ بھی متابع کی صورت میں قابل ذکر ہیں۔ (الکامل لابن عدی: ج ۷: ص ۴۱۹، مسند البزار: ج ۴: ص ۳۰۳، حدیث نمبر ۱۴۸۲)

(۶) یعلی بن حکیم الثقفیؒ صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۷۸۴۱)

(۷) سلیمان بن ابی عبد اللہؒ صدوق ہیں۔

حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے ان کو ''الثقات'' میں شمار کیا ہے اور امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے ان کی روایت کی تخریج ''المستدرک'' میں کی ہے۔ (المستدرک للحاکم: ج ۳: ص ۴۵۳، حدیث نمبر ۵۷۱۱)

اور امام ابو داود السجستانیؒ (م ۲۷۵ھ) نے ان کی روایت پر سکوت اختیار فرمایا، (سنن ابی داود: حدیث نمبر ۲۰۳۷)، تو حافظ ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) نے کہا: ''رجاله كلهم ثقات، إلا سليمان بن أبي عبد الله، فقال أبو حاتم: ليس هو بالمشهور لكن يعتبر بحديثه، و لم يضعفه أبو داود، و ذكره أبو حاتم ابن حبان في ثقاته''۔ (البدر المنیر: ج ۶: ص ۳۶۷)

لہذا سلیمان بن ابی عبد اللہؒ صدوق ہیں۔

(۸) حضرت ابو ہریرۃؓ (م ۵۸ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ (تقریب)

حکم:

اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں سوائے محمد بن ذکوان البصری الجهضمیؒ اور ان کے شاگرد، حجاج

بن نصیر البصریؒ (م ۲۱۴ھ) کے اور وہ دونوں بھی متابع میں قابل ذکر ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حافظ زین الدین العراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے کہا: ''وعلى هذا فالحديث صحيح على رأي ابن حبان، فإنه ذكر الحجاج بن نصير، ومحمد بن ذكوان، وسليمان بن أبي عبد الله في الثقات، وباقي رجاله معروفون بالثقة''۔(مخطوطة التوسعة على العيال للعراقی: فولیو نمبر ۵)

<u>حدیث نمبر ''۳'':</u>

نیز حافظ ابو عمر، ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) نے کہا:

[ثنا سعيد بن نصر] حدثنا قاسم بن أصبغ قال حدثنا أبو وضاح قال حدثنا أبو محمد العابد عن بهلول بن راشد عن الليث بن سعد عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب قال قال عمر بن الخطاب من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر السنة۔

قال يحيى بن سعيد جربنا ذلك فوجدناه حقا۔ (کتاب الاستذکار: ج ۳: ص ۳۲۸، التوسعة على العيال لابی زرعۃ: فولیو نمبر ۷)

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) حافظ المغرب، امام ابو عمر ابن عبد البر الاندلسیؒ (م ۴۶۳ھ) مشہور ثبت، حافظ الحدیث، فقیہ ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۱۰: ص ۱۹۹)

(۲) سعید بن نصر، ابو عثمان القرطبیؒ (م ۳۹۵ھ) بھی ثقہ، ضابط ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۸: ص ۷۵۰، کتاب الثقات للقاسم: ج ۵: ص ۲۴)

(۳) قاسم بن اصبغ، ابو محمد القرطبیؒ (م ۳۴۰ھ) مشہور صدوق، حافظ، مُسنَد العصر بالأندلس ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۷۳۸، لسان المیزان: ج ۶: ص ۳۶۷)

(۴) محمد بن وضاح، ابو عبد اللہ القرطبیؒ (م ۲۸۶ھ) بھی مشہور صدوق، حافظ ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۶: ص ۸۲۸، لسان المیزان: ج ۷: ص ۵۶۷)

(۵) ابو محمد، خلف بن محمد القابسیؒ بھی ثقہ، صالح ہیں۔ (طبقات علماء افريقية: ص ۱۱۶)

(۶) البہلول بن راشد، ابومحمد الزاہد المغربیؒ (م ۱۸۳ھ) بھی ثقہ، صالح، مجتہد ہیں۔(**طبقات علماء افریقیۃ: ص ۵۲، کتاب الثقات للقاسم: ج ۳: ص ۹۴، لسان المیزان: ج ۲: ص ۳۶۸**)

(۷) امام للیث بن سعد المصریؒ (م ۱۷۵ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، فقیہ، امام ہیں۔(**تقریب: رقم ۵۶۸۴**)

(۸) **یحیی** بن سعید الانصاریؒ (م ۱۴۴ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، حجت، امام ہیں۔(**تقریب: رقم ۷۵۵۹، الکاشف**)

(۹) سعید بن المسیب، ابومحمد المدنیؒ (م بعد ۹۰ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور، سید التابعین، ثقہ، ثبت، حجت، امام ہیں۔(**تقریب: رقم ۲۳۹۶، الکاشف**)

(۱۰) ابوحفص، عمر بن الخطاب العدوی القرشیؓ (م ۲۲ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ اور أمیر المؤمنین ہیں۔(**تقریب**)

**نوٹ:**

سعید بن المسیب، ابومحمد المدنیؒ (م بعد ۹۰ھ) کا سماع، حضرت عمرؓ سے ثابت ہے۔(**التابعون الثقات المتکلم فی سماعھم من الصحابۃ ممن لھم روایۃ عنھم فی الکتب الستۃ: ص ۲۴۵**)

**حکم:**

یہ سند جید ہے، جیسا کہ حافظ عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے کہا ہے۔(**التوسعۃ علی العیال لابی زرعۃ: فولیو نمبر ۷**)، نورالدین ابن عراق الکنانیؒ (م ۹۶۳ھ) کہتے ہیں کہ ''أخرجه ابن عبد البر في الاستذكار بسند رجاله ثقات إلا أنه من رواية ابن المسيب عن عمر وقد اختلف في سماعه منه''۔(تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الأخبار الشنیعۃ الموضوعۃ: ج ۲: ص ۱۵۸)

محدث محمد طاہر الفتنی الہندیؒ (م ۹۸۶ھ) نے بھی کہا: ''وروي بسند جيد عن عمر موقوفا''۔(**تذکرۃ الموضوعات: ص ۱۱۸**)

اور یہ روایت حکما مرفوع ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ اپنی رائے سے یہ بات نہیں بتا سکتے۔

**ائمہ کی تصحیح:**

نیز عاشورے کے دن "التوسعۃ علی العیال" کی احادیث کو درج ذیل ائمہ نے قبول کیا ہیں:

* امام ابوبکر البیہقیؒ (م۴۵۸ھ) نے کہا: "هذه الأسانيد وإن كانت ضعيفة فهي إذا ضم بعضها إلى بعض أخذت قوة، والله أعلم"۔ (شعب الایمان: ج۵: ص۳۳۳، حدیث نمبر ۳۵۱۵)

* حافظ عبد العظیم المنذریؒ (م۶۵۶ھ) اور

* حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) نے بھی امام ابوبکر البیہقیؒ (م۴۵۸ھ) کے کلام کی تائید کی ہے۔ (الامالی المطلقۃ: ص۳۰)

- بلکہ حافظؒ نے یہاں تک لکھا ہے کہ "ولولا الرجل المبهم لكان إسناده جيدا لكنه يقوى بالذي قبله وله شواهد عن جماعة من الصحابة غير أبي سعيد منهم عبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمر وجابر وأبو هريرة"۔ (الامالی المطلقۃ: ص۲۸)، یعنی حافظؒ بھی مجموعہ طور پر، یہ حدیث کو مقبول مانتے ہیں۔ واللہ اعلم

* حافظ زین الدین العراقیؒ (م۸۰۶ھ) نے کہا: "ففي الباب أحاديث مرفوعة، بعضها صحيح، أو حسن"۔ (مخطوطۃ التوسعۃ علی العیال للعراقی: فولیو نمبر ۲)

* حافظ ابوبکر السیوطیؒ (م۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ "كلا بل هو ثابت صحيح"۔ (الدرر المنتشرة في الأحاديث المشتهرة: ص۱۸۶)

* نور الدین السمہودیؒ (م۹۱۱ھ) نے کہا: "لا يلزم من قول أحمد في حديث التوسعة أنه لا يصح أن يكون باطلا فقد يكون غير صحيح وهو صالح للاحتجاج به إذ الحسن رتبته بين الصحيح والضعيف"۔ (جواهر العقدين في فضل الشرفين بحوالہ الآثار المرفوعۃ للكنوي: ص۱۰۱)

* نور الدین، ابن عراق الکنانیؒ (م۹۶۳ھ) نے کہا: "وقول الإمام أحمد لا يصح لا يلزم منه أن يكون باطلا كما فهمه ابن القيم فقد يكون الحديث غير صحيح وهو صالح للاحتجاج به بأن يكون حسنا"۔ (تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة: ج۲: ص۱۵۸)

* محدث محمد طاہر الفتنی الہندیؒ (م۹۸۶ھ) اور

* ملا علی القاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) کے نزدیک بھی یہ احادیث مقبول ہیں، جیسا کہ ان حضرات کے کلام سے ظاہر ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات: ص ۱۱۸، الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ: ص ۳۶۰)

* محدث عبدالحی الکنویؒ (م ۱۳۰۴ھ) نے کہا: ''قلت: بهذا كله بطل قول الشوكاني في الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة بعد نقل شيء من كلام العراقي. ذكره ابن الجوزي في الموضوعات وابن تيمية في فتوى له، فحكم بوضع الحديث من تلك الطرق والحق ما قالاه انتهى كلامه.

وجه البطلان أنه كيف يكون ما قال ابن الجوزي وابن تيمية حقا مع كونهما من المشددين المتعنتين في الحكم بالوضع على ما بسطته في رسالتي الأجوبه الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة وفی تعليقات تحفة الطلبة في مسح الرقبة المسماة ((بتحفة الكملة)) وقد تعقبهما جمع من العلماء المحققين وأثبتوا كون الحديث حسنا إما لذاته ببعض أسانيده وإما لغيره بجمع أسانيده بالبراهين لا بمجرد الظن والتخمين فانظر إلى ما قال ولا تنظر إلى من قال.۔

وكذا بطل الحكم في قول ابن تيمية في منهاج السنة ما يذكرون من فضائل عاشوراء وما ورد من التوسعة على العيال وفضائل المصافحة والحناء والخضاب والاغتسال ونحو ذلك ويذكرون فيها صلاة كل ذلك كذب على رسول الله لم يصح في عاشوراء إلا في فضل صيامه انتهى.

وذلك لأن كون أحاديث الحناء والاغتسال ونحو ذلك كذبا وإن كان صحيحا لكن كذب حديث التوسعة على العيال ليس بصحيح بل هو حسن محتج به فهو في الحكم الكلي كاذب كذبه من جاء بعده فاحفظ هذا كله ينفعك في الدنيا والآخرة''۔ (الآثار المرفوعۃ: ص ۱۰۱-۱۰۲)

## دس محرم کے دن ''التوسعۃ علی العیال'' کے استحباب پر مذاہب اربع کا اتفاق:

مذاہب اربع کے متاخر فقہاء کرام، دس محرم کے دن ''التوسعۃ علی العیال'' کے استحباب پر متفق ہے، چنانچہ مشہور فقیہ الزماں، ابن عابدین الشامیؒ (م ۱۲۵۲ھ) نے کہا:

''نعم حديث التوسعة ثابت صحيح كما قال الحافظ السيوطي في الدرر''۔ (ردالمحتار: ج ۲: ص ۱۴۹)

* ابن الحاج المالکیؒ (م ۷۳۷ھ) نے کہا:

''وم عاشوراء الموسم الثالث من المواسم الشرعية وهو يوم عاشوراء فالتوسعة فيه على الأهل، والأقارب، واليتامى، والمساكين وزيادة النفقة، والصدقة مندوب إليها''۔(المدخل لابن الحاج: ج۱: ص ۲۸۹)

* مشہور حافظ الحدیث، شاگرد حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، فقیہ زین الدین، زکریا الانصاریؒ (م ۹۲۶ھ) فرماتے ہیں کہ

''فيستحب أن يبسط له من أنواع الطعام لما فيه من إكرامه والقيام بحقه (وأوقات التوسعة على العيال) كيوم عاشوراء ويومي العيد''۔(اسنی المطالب: ج۱: ص ۵۷۴)

* شیخ الحنابلۃ فی عصرہ، برہان الدین ابن مفلحؒ (م ۸۸۴ھ) نے کہا:

''فائدة: ينبغي فيه التوسعة على العيال، سأل ابن منصور أحمد عنه قال: "نعم"''۔(المبدع شرح المقنع: ج۳: ص ۴۹)

* نیز جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کا فتوی ہے کہ

عاشوراء (دس محرم) کے روز اپنے اہل وعیال پر رزق کی وسعت اور فراوانی کی ترغیب وارد ہوئی ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ راویت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال کے خرچ میں وسعت اختیار کرے تو اللہ تعالی سارے سال اس کے مال وزر میں وسعت عطا فرمائے گا۔

حضرت سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا۔ (رزین)

عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وسع على عياله في النفقة يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته. قال سفيان: إنا قد جربناه فوجدناه كذلك. رواه رزين۔

اسی طرح کی روایات دیگر صحابہ سے بھی مروی ہیں جو اگرچہ سنداً ضعیف ہیں، لیکن مختلف طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے فضائل میں قابلِ استدلال ہیں، اسی وجہ سے اکابرین نے اس عمل کو مستحب قرار دیا ہے۔ (دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن: فتوی نمبر 144001200169)

- اور دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند کے فتوے میں ہے کہ

دسویں محرم کو ثواب کی نیت سے غریبوں ومساکین کو یا اعزہ واقربا کو کھانا کھلانے کی کوئی فضیلت وارد نہیں ہوئی؛ ہاں

وسعتِ رزق کی امید سے اپنے اہل وعیال کے لیے دسترخوان وسیع کرنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے؛ اس لیے اگر کوئی شخص وسعت رزق کی امید سے اپنے اہل وعیال کے لیے محرم کی دسویں تاریخ کو دسترخوان وسیع کرتا ہے تو یہ جائز؛ بلکہ مستحسن و مندوب ہے۔

(۲) [ایک اور سوال کے جواب میں دارالافتاء نے کہا کہ] جی ہاں! بیہقی نے "شعب الایمان (رقم: ۳۵۱۵) میں طبرانی نے "المعجم الکبیر (رقم ۱۰۰۰۷) میں ان الفاظ کے ساتھ محرم کی دسویں تاریخ کو دسترخوان وسیع کرنے کی فضیلت کے سلسلے میں حدیث وارد ہوئی ہے: **من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه في سائر سنته (شعب) لم یزل في سعة سائر سنته۔**

جو شخص عاشوراء کے دن اہل وعیال کے لیے وسعت اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ پورے سال اس کے لیے وسعت کرے گا۔ یہ حدیث فضائل کے باب میں قابل عمل ہے، متعدد محدثین اور شراحِ حدیث نے اس کی تصریح کی ہے۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ "المقاصد الحسنہ" میں لکھتے ہیں:

**حديث مَنْ وَسَّعَ عَلَى عِيَالِهِ فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ السَّنَةَ كُلَّهَا، الطبرانی فی الشعب و فضائل الأوقات، وأبو الشيخ عن ابن مسعود، والأولان فقط عن أبی سعيد، والثانی فقط فی الشعب عن جابر وأبی هريرة، وقال: إن أسانيده كلها ضعيفة، ولكن إذا ضم بعضها إلى بعض أفاد قوة، بل قال العراقی فی أماليه: لحديث أبی هريرة طرق، صحح بعضها ابن ناصر الحافظ، وأورده ابن الجوزی فی الموضوعات من طريق سليمان ابن أبی عبد الله عنه، وقال: سليمان مجهول، وسليمان ذكره ابن حبان فی الثقات، فالحديث حسن على رأيه، قال: وله طريق عن جابر على شرط مسلم، أخرجها ابن عبد البر من رواية الزبير عنه، وهی أصح طرقه، ورواه هو والدارقطنی فی الأفراد بسند جيد، عن عمر موقوفا والبيهقی فی الشعب من جهة محمد بن المنتشر، قال: كان يقال، فذكره، قال: وقد جمعت طرقه فی جزء، قلت: واستدرك عليه شيخنا -رحمه الله- كثيرا لم يذكره، وتعقب اعتماد ابن الجوزی فی الموضوعات قول العقيلی فی هيضم بن شداخ راوی حديث ابن مسعود: إنه مجهول بقوله: بل ذكره ابن حبان فی الثقات والضعفاء۔** (المقاصد الحسنة: ۴/ ۶۷۵، ط: دار الکتاب العربیۃ، ط: بیروت)

اور حافظ بن حجر نے "الأمالي المطلقة" میں اس حدیث پر تفصیلی بحث کے ضمن میں فرمایا: **وله شواهد عن جماعة من الصحابة ﷺ منهم عبد الله بن مسعود و عبد الله بن عمر و جابر و أبو هريرة و أشهرها عبد الله بن مسعود** الخ۔ (الأمالي المطلقة ۱۰ / ۲۸، ط: المكتب ال إسلامي، بيروت) نیز دیکھیں: اليواقيت الغالية (۱ / ۲۰۷، ط: برطانیہ) وامداد الفتاوی (۵ / ۲۸۹، ط: زکریا) وفتاوی دار العلوم (۱۸ / ۵۳۹) واحسن الفتاوی (۱ / ۳۹۵، ط: زکریا)۔

**(دار الافتاء، دار العلوم دیوبند: سوال وجواب نمبر ۶۲۲۱۱)**

**خلاصہ:**

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وسعت رزق کی امید سے اپنے اہل وعیال کے لیے محرم کی دسویں تاریخ کو دسترخوان وسیع کرنا مستحسن ومندوب ہے، جیسا کہ احادیث و آثار سے ثابت ہے، کما مر۔